عہد ساسانی کے مختلف مذاہب اور ان کی صورت حال

ڈاکٹر عمر خلیق*

عام طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ما قبل اسلام کی تمام ایرانی سلطنتوں مین دین زرتشت کو رسمی حیثیت حاصل تھی۔ جب کہ یہ تصور جس قدر عام ہے اتنا ہی بے بنیاد بھی ہے۔ ایران باستان کی تاریخ پر مبنی کتب کے مطالعے سے یہ بات واضح ہے کہ ساسانی سلطنت سے قبل عہد اشکانی،ہخا منشی اور سلطنت ماد میں دین زرتشت کا تصور گرچہ کم وبیش ہمیشہ رہا ہے لیکن اسے رسمی حیثیت ہرگز حاصل نہیں تھی البتہ ساسانی عہد میں نہ صرف دین زرتشت کو رسمی حیثیت حاصل ہوئی بلکہ خود اس سلطنت کی بنیاد ہی "ایک سلطنت ایک دین" کے اصول پر پڑی جس سے نہ صرف دین زرتشت کو فروغ حاصل ہوا بلکہ ملوک الطوائفی کی جگہ ایک محکم حکومت کا قیام بھی عمل میں آیا جو اصول جہانداری کی تمام شان و شوکت کے ساتھ تقریبا چار سو سال تک سرزمین ایران پر رواں دواں رہی۔

عہد زرتشت کے تعین میں شدید اختلاف درپیش ہے۔ مورخین نے اس کے عہد کو ساتویں صدی قبل مسیح سے سترہویں صدی قبل مسیح کے درمیان نقل کیا ہے۔ عربی و فارسی ماخذ پر مشتمل تمام کتب و منظومے بشمول شاہنامہ فردوسی نے زرتشت کو ایران کی اساطیری تاریخ یعنی کیانی سلطنت میں جگہ دی ہے جبکہ یونانی ماخذ پر مشتمل تاریخی کتب میں اساطیری عہد یعنی پیشدادی و کیانی سلسلے سرے سے غائب ہیں۔البتہ ان دو

*ریسرچ سکالر بہار

سلطنتوں کی جگہ ماد و ہخامنش نامی دو مختلف سلطنتوں کا ذکر موجود ہے لیکن ان دونوں سلطنتوں میں گشتاسپ نامی کسی بادشاہ کا ذکر نہیں جس کی بنیاد پر عہد زرتشت کو بآسانی مطئین کیا جا سکے۔ گمان غالب ہے کہ زرتشت کی ولادت سلطنت ماد کے قیام سے قبل ہوئی ہوگی اور اس کا مذہب قبل از اسلام کی تمام ایرانی سلطنتوں میں مختلف مراحل سے گزرتا ہوا عہد ساسانی میں عروج کمال کو پہنچا ہوگا یہی وجہ ہے کہ قبل از اسلام کی ایرانی سلطنتوں بشمول ماد، ہخامنشی اور اشکانی میں بھی دین زرتشت کے مختلف عناصر گاہ بگاہ دکھائی دیتے ہیں۔اس ضمن میں گئومات مغ کا واقعہ، اسکندر کے حملے میں اوستا کو نذرآتش کیا جانا، ہخامنشی کتبوں میں لفظ اھورا کا استعمال اور بلاش اشکانی کے ذریعے اوستا کی گردآوری کے حکم جیسے واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ گرچہ ساسانی عہد سے قبل دین زرتشت کو رسمی حیثیت حاصل نہیں تھی لیکن قبل از اسلام کی تمام ایرانی سلطنتوں میں کم و بیش زرتشتی پیروکار موجود تھے اور گاہ گاہ اس مذہب کو بادشاہوں کی سرپرستی بھی حاصل تھی۔ [2]

مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ساسانی سلطنت اور دین زرتشت ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے تھے اور تاسیس سلطنت سے ہی ساسانی بادشاہوں کو زرتشتی رہنماؤں اور زرتشتی رہنماؤں کو ساسانی بادشاہوں کی حمایت حاصل تھی جو اخیر تک برقرار رہی۔ اشکانی دور کے اواخر میں جب سلطنت اندرونی تنازعات اور غیرملکی مہمات کی وجہ سے کمزور پڑی تو اردشیربابکان کا ایک نئی سلطنت کی بنیاد کے لیے کوشاں

ہوا۔ بقول اس کے ایران میں ملوک الطوائفی نہ صرف سیاسی،اقتصادی اورسماجی انتشار کا سبب تھی بلکہ مختلف مذاہب کا وجود دین زرتشت کی بقاء و فروغ کے لیے خطرہ بھی تھا۔چنانچہ اس نے یہ عہدکیاکہ اگر وہ بادشاہت سے سرفراز ہوا تو اس کی سلطنت میں نہ صرف دین زرتشت کو رسمی حیثیت حاصل ہوگی بلکہ ملوک الطوائفی کی جگہ ایک محکم و مضبوط حکومت کا قیام بھی ہو گا جس کی سرحدیں ہخامنشی واشکانی سرحدوں سے وسیع تر ہونگی۔اس عہد کے ساتھ اس نے توسیع سلطنت کے باب کاآغازکیااورسب سے پہلے کرمان پر فتح حاصل کی اور پھر خلیج فارس کے ساحلوں تک جا پہنچا۔رفتہ رفتہ اس کی فتوحات کا دائرہ اتنا وسیع ہوا کہ اصفہانواہوازکی سرزمینیں اس کی سلطنت کا جزء بن گئیں اور بالآخر اشکانی بادشاہ اور داوان پنجم کی شکشت کے بعد نہ صرف اشکانی سلطنت کا خاتمہ ہوا بلکہ ایران میں ساسانی سلطنت کی بنیاد بھی رکھی گئی۔ 224 عیسوی میں شہر تیسفون میں تاجگزاری کے بعد اردشیر بابکان نےاپنے وعدے کے مطابق نہ صرف اپنی سلطنت کو وسعت دی بلکہ دین زرتشت کوایران کا رسمی مذہب بھی قراردیا۔ اس کے حکم سےایران کے مختلف شہروں میں آتشکدوں کی تعمیر ہوئی اور دین زرتشت کے فروغ کے لیے مغان (زرتشتی مبلغین) منتخب کیے گئے۔ اوستاکی مقدس کتاب جوسکندر اعظم کے حملے میں منتشر ہوچکی تھی،اس کی جمع و تدوین کے لیے زرتشتی علماء کی ایک انجمن تشکیل دی گئی جس نے اوستا کی گردآوری کل اکیس نسک میں کی۔ لیکن چونکہ ساسانیوں کی زبان پھلوی تھی اوراوستا کی مقدس کتاب اوستائی زبان میں تھی لہذا اوستا کے نصوص کو سمجھنے میں مشکلات پیش آئیں۔ ان مشکلات کو دور کرنے کے لیے تصحیح و تدوین شدہ

اوستاکو ژند نام سے پہلوی زبان میں ترجمہ کیاگیا۔پاژند جسے ژندکی تفسیر سمجھا جاتا ہے وہ دراصل ژند کاحاشیہ ہے۔اوستاکی وہ کتاب جوصرف اوستائی زبان میں لکھی جاتی ہےاسے اوستاکہا جاتا ہے جب کہ اوستا کے حقیقی متن کے ساتھ اگر پھلوی ترجمہ بھی نقل کیا گیا ہو تو اسے ژندکے نام سے جانا جاتا ہےاوراگر اوستا کے متن اورپہلوی ترجمہ کے علاوہ بغرض تفسیر وتشریح حاشیہ بھی نقل ہو تو اسے ہم پاژند کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ساسانیوں کے چار سو تیئیس سالہ دور حکومت میں دین زرتشت کو جو بے نظیر اثر و رسوخ حاصل ہوا اس کا بیان ایک مختصر سے مقالے میں ناممکن ہے۔ اختصارا یہ کہ ساسانیوں کی پوری تہذیب و تمدن دین زرتشت کے زیر اثر تھی۔ ان کی زندگیاں زرتشتی اصول و تعلیمات پر مبنی تھیں۔ ان کے سکوں پر آتش بھرام کا عکس کندہ تھا۔اس عہد کے تمام سیاسی و معاشرتی معاملات زرتشتی رہنماؤں کی مشاورت سے طے پاتے تھے حتیٰ کہ بادشاہوں کی تاج پوشی بھی پیر مغان (زرتشتی پیشوا) کے دست مبارک سے عمل میں آتی تھی لیکن ان سب کے باوجود بھی ساسانی سلطنت میں مختلف ادیان اور اس کی تبلیغ کی گنجائش باقی تھی۔ اگرچہ ایرانی معاشرے میں مختلف مذاہب کی ترویج و توسیع سے قومی اتحاد و ساسانی سلطنت کو خطرہ تھا لیکن جب تک دوسرے مذاہب نمایاں طور پر نہیں پھیلے تب تک ساسانی بادشاہوں نے ان مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا۔ یہاں تک کہ بعض ساسانی بادشاہوں نے ایرانیوں میں مذہبی آزادی قائم کرنے کی کوشش کی لیکن ان کا یہ نیک کام بسا اوقات اپنے ساتھ خطرات بھی لے آیا۔ مثلا یزگرد اول نے جب عیسائیوں کو مذہبی آزادی دی تو انھوں نے زرتشتی آتشکدوں کو

نقصان پہنچانے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں زرتشتی علمائے کرام نے یزگرد پر لعن و طعن کی اور اس کو مجرم قرار دیا چنانچہ یزگرد کو مجبورا عیسائیوں کے خلاف سخت اقدامات کرنے پڑے۔[3]

ایران باستان کی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات واضح ہے کہ عہد ساسانی میں دین زرتشت کے علاوہ مختلف ادیان موجود تھے اور ساسانی بادشاہ اپنے سیاسی فائدے کے پیش نظر ان مذاہب سے سختی و نرمی سے پیش آتے تھے۔ اس عہد میں دین زرتشت کے علاوہ جن ادیان کا سراغ ملتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

دین یہود:

ساسانی عہد میں یہودی مذہب کے بیشتر پیروکار سرزمین بابل اور مشرقی سطح مرتفع میں رہتے تھے جہاں انھوں نے نہ صرف ساسانی حکمرانوں کے تحفظ میں امن و سکون کے ساتھ اپنی زندگیاں جاری رکھیں بلکہ ساسانی بادشاہوں کی مشاورت سے اپنا ایک مذہبی رہنما بھی منتخب کیا جسے راس الجالوت (مذہبی پیشوا) کہا جاتا تھا۔ عہد ساسانی میں ایران کے مشرق میں بھی یہودی آباد تھے جس بناء پر شہر بلخ کے ایک دروازے کا نام "دروازہ یہود" رکھا گیا تھا جسے ایران میں اسلام کے پھیلنے کے برسوں بعد بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا۔[4]

[3] تاریخ جنبش مزدکیان، ص 52 وبعد

[4] ایران درزمان ساسانیان، ص 29

بدھ مت:

ہندوستان کی سرزمین سے ابھرنے والے بدھ مت نے عیسائیت سے قبل ہی ایرانی سرزمین کا رخ کیا۔بعض ماہرین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ بدھ مت کو ایران کے مشرق میں یونانی دور حکومت میں فروغ حاصل ہوا جو کسی نہ کسی صورت عہد ساسانی تک باقی رہا۔ چینی سیاح "ہیون تسینگ" جس نے 629 سے 645 عیسوی کے درمیان دنیا کا سفر کیا وہ اپنے سفر ایران کے ضمن میں بیان کرتا ہے کہ ایران کے مشرقی حصے میں بدھ مت کے کم و بیش پیروکار موجود ہیں جن کی عبادت کے لیے مختلف مندریں اور مراکز بھی مختص ہیں۔[5]

عیسائیت:

عیسائیت یا دین مسیح کو ساسانی دور میں زرتشت کے سب سے اہم حریفوں میں شمار کیا جانا چاہیۓ جس نے اپنے ابتدائی ایام میں ہی روم کی سرحدوں سے فارس کی زرخیز زمین تک اپنا راستہ ہموار کیا۔ بعض مورخین کی روایت کے مطابق، شاپور ساسانی نے رومی اسیروں کو جو عیسائیت کے پیروکار تھے، ایرانی شہروں میں آباد کیا جس کی وجہ سے ایران کی سرزمین میں عیسائیت کو فروغ حاصل ہوا۔ شاپور کی طرح دوسرے ساسانی بادشاہ بھی جب شام کی سرزمین پر قابض ہوئے تو انھوں نے باشندگان شام کو جن میں اکثر و بیشتر

[5]۔ تاریخ افغانستان، ص 26

دین مسیح کے پیروکار تھے، ایران کے ایک ہی شہر میں منتقل کیا جہاں اکثریت کی وجہ سے عیسائیوں کو فروغ دین کی ایک مناسب فضاء میسر ہوئی اور بادشاہوں کے حکم سے لوگوں کی منتقلی کا یہ عمل ایران میں دین مسیح کے حق میں معاون ثابت ہوا۔[6]

جب تک رومی سلطنت میں عیسائیت کو رسمی حیثیت حاصل نہیں ہوئی تب تک سرزمین ایران میں مقیم عیسائی بھی امن واطمنان کے ساتھ ایران میں سکونت پذیر تھے لیکن جب رومی سلطنت نے عیسائیت کورسمی طور پر قبول کیاتو ایرانی عیسائی بھی رومی حکومت کے حامی بن گئے۔ چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی چنانچہ ساسانی حکومت ایک سیاسی خطرے کی طرف متوجہ ہوئی جس سے نجات کے لیےایرانی عیسائیوں پر ظلم و ستم آغاز ہوا اور پھر جب مذہبی شناخت کی بناء پر ظلم وستم کی انتہا ہوئی تو ایرانی عیسائی رومی عیسائیوں سے اپنا تعلق منقطع کرنے پر مجبور ہوئے جس وجہ سے ایران میں عیسائیت کی ایک نئی شاخ نے جنم لیا جو ساسانی حکومت کی اس حد تک وفادار تھی کہ جب ساسانی بادشاہ قباد کے زمانے میں رومیوں سے جنگ ہوئی تو ایرانی عیسائی نہ صرف ایرانی فوج میں شامل ہوئے بلکہ اپنے دینی بھائیوں کے خلاف نبردآزما بھی ہوئے۔[7]

دین مانی:

مانی کے ظہور اور اس کے مذہب کو عہد ساسانی کے سب سے بڑے مذہبی مظاہر میں شمار کیا جانا چاہیے۔ مانی جو اس مذہب کا بانی تھا، بابل کے قریب ایک

[6] ایران درزمان ساسانیان، ص 29

[7] تاریخ ایران، جلد3، ص272 وبعد

گاؤں میں 215 یا 216 عیسوی میں پیدا ہوا۔ اپنی جوانی میں اس نے توران، مکران اور ہندوستان کا سفر کیا۔ بدھ مت، ویدک نظریات اور وسط ایشیا کے لوگوں کے مذہبی عقائد سے آشنا ہوا اور مختلف مذاہب و عقیدے کی آمیزش سے ایک نئے مذہب کی تخلیق کی اور ساسانی بادشاہ شاپور اول نے اس نئے دین کی تبلیغ و فروغ میں اس کی مدد کی۔ شاپور اول کی تاج پوشی کے وقت نہ صرف مانی کو مدعو کیا گیا بلکہ اس امید کے ساتھ کہ یہ نیا مذہب نہ صرف موجودہ تمام مذاہب کی ضروریات کو پورا کرے گا بلکہ ایک عالمگیر مذہب کی شکل اختیار کر کے مملکت کو تقویت بھی بخشے گا، خود بادشاہ نے اپنے ہاتھوں سے مانی کا استقبال کیا اور مقامی حکمرانوں کو ایک خط لکھ کر اس بات کی تاکید کی کہ وہ نہ صرف اس نئے مذہب کو قبول کریں بلکہ اس کی تبلیغ کے لیے کوشاں بھی رہیں۔ شاپور اول کو رومیوں کے خلاف جنگ میں تمام قومی فوجوں کو مرکزیت دینے کی ضرورت تھی اور وہ سمجھتا تھا کہ یہ نیا دین اس عظیم مقصد کی حصولیابی کی بنیاد رکھے گا۔ قومی اتحاد کے عظیم مقصد کی حاصولیابی کے لیے اس نئے دین کے فروغ کو شاپور اول کی پشت پناہی حاصل رہی اور پچیس سالہ جہد مسلسل کے نتیجے میں دین مانی کی وسعت ایران کی سرحدوں سے باہر مصر، شام، روم، اسپین، شمالی افریقہ اور چین تک پھیل گئی۔ لیکن شاپور اول کی موت کے بعد مانی کو بہت سی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اور سرانجام زرتشتی راہبوں کے اکسانے پر اسے ساسانی بادشاہ بھرام اول کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

دین مانی سب سے واضح ثنوی مذہب ہے۔ اس مذہب کے پیروکاروں کا بنیادی عقیدہ نور ظلمت کے دو اہم ذرائع پر یقین ہے اور وہ تخلیق جہاں میں تین ادوار

(ماضی، حال اور مستقبل) پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق ماضی میں یعنی تخلیق جہان سے قبل نور اور ظلمت دونوں ایک دوسرے سے جدا تھے۔ جہان نور میں نظم و ضبط، افہام و تفہیم، امن و خوشی اور حسن سلوک کا راج تھا جبکہ جہان ظلمت میں انتشار کی حکمرانی تھی۔ جب ظلمت نے نور پر فتح حاصل کی تو موجودہ دنیا یعنی حال کی باری آئی جہاں نور و ظلمت (اچھے اور برے) کا امتزاج ہے۔ مستقبل میں ظلمت پر نور کی فتح ہوگی اور وہی آخری دور یعنی آخری دنیا ہوگی جہاں ماضی کی طرح عدل و انصاف اور امن و خوشی کا بول بالا ہوگا۔[8]

دین مزدک:

دین مانی کے بعد دین مزدک کے بناء پر بھی عہد ساسانی میں بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اگرچہ آج دین مزدک سے متعلق تفصیلی معلومات میسر نہیں ہیں لیکن ***مزدک نامہ*** اور ***قباد نامہ*** جیسی قدیم کتب اس بات کی نشاندہی فرماتیں ہیں کہ مزدک، پیروز اول (ساسانی بادشاہ) کے اس زمانے میں نمودار ہوا جب ایران ایک سخت سیاسی اور معاشی افراتفری سے دوچار تھا۔ افراتفری کی یہ فضاء مزدک کو خوب راس آئی اور اس نے سیاسی اور معاشی صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مضبوط قدم سرزمین ایران پر جما لئے اور پیروکاروں کی ایک بڑی جماعت تیار کر کے خود داخلی افراتفری سے نجات حاصل کرنے کی مختلف کوششیں کیں۔ پیروز اول کے بیٹے قباد کو جب مزدک کے افکار و نظریات

[8]- *مانی و تعلیمات او*، ص 52-55

کی مقبولیت کی خبر ہوئی تو خود اس نے مزدک سے رابطہ کیا اور اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے اس کے اثر و رسوخ کا استعمال کیا۔ فردوسی طوسی نے اپنے شاہنامہ میں مزدک اور قباد کی کہانی اس طرح بیان کی ہے۔

بیامد یکی مرد مزدک بنام　　　سخنگوی با دانش و رای کام

گرانمایہ مردی و دانش فروش　　　قباد دلاور بدو داد گوش

بہ نزد جھاندار دستور گشت　　　نگھبان آن گنج و گنجور گشت[9]

پھر فردوسی لکھتا ہے کہ مزدک کے منصوبے اور قباد کے حکم سے ساسانی بادشاہ نے حکومت کے خزانے کو عوام کے لیے کھول دیا اور مزدک کے اس فیصلے سے اس کی اور قباد کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔

دین زروان:

دین زروان کا شمار بھی ان ادیان میں ہوتا ہے جس کے پیروکار ومقلد عہد ساسانی میں موجود تھے۔ زروانی درحقیقت زرتشتی مذہب سے مشتق ایک فرقہ تھا جس کے پیروکار عبادات و معاملات میں دین زرتشت کے طریقوں سے متفق تھے جس بناء پر ان کی عبادات کے طریقوں میں اشتراک تھا، لیکن ان کے عقائد و اصول دین زرتشت سے قدرے مختلف تھے۔ زاروان مذہب کے پیروکار دنیا کی تنظیم میں اھورامزدا اور اھریمن سے برتر ایک خدا پر یقین رکھتے تھے جسے زاروان کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ان کے

[9]۔شاھنامہ فردوسی، پادشاہی قباد

عقیدے کے مطابق اھورامزدا اور اھریمن، زاروان کی جڑواں اولادیں تھیں جو دنیاوی نظام کو چلانے میں زروان کی معاون تھیں۔ نیکی کی تمام ذمہ داریاں اھورا مزدا کے سپرد تھی جبکہ اھریمن بدی کے فروغ کے لیے کارفرماں تھا۔

عہد ساسانی میں یہ زروانی عقیدہ حکمرانوں اور بزرگوں میں بھی کافی مقبول تھا چنانچہ تاریخی کتب میں زروانیون اور زرتشتیوں کے درمیان مختلف کشمکشوں کا سراغ ملتا ہے لیکن زروانی اصول و عقاید کا ذکر ناپید ہے۔ اس ضمن میں گمان غالب ہے کہ جب دین زرتشت نے دین زروانی پر غلبہ حاصل کیا ہوگا تو ان کی دینی شناخت کو مکمل طور پر نیست و نابود کرنے کی کوشش کی گئی ہوگی یا ان کے اصول و عقاید کو مسخ کر کے اپنی دینی کتب میں جگہ دی گئی ہوگی تاکہ اس فرقے کو ہرگز دوبارہ آبیاری کا موقع فراھم نہ ہوسکے۔ عہد ساسانی میں دین زروان کی مقبولیت کو ثابت کرنے کے لیے محققین نے اس بات پر توجہ مرکوز کی ہے کہ عہد ساسانی میں لفظ زاروان کو ایک عام نام کی حیثیت حاصل تھی اور بیشتر لوگ اسے بطور اسم مرکب اپنے نام کا حصہ گردانتے تھے۔ زروان داد اور زروان دخت جیسے ناموں کی کثرت مورخین کے اس گمان کو تقویت بخشتے میں سے تھے۔[10]

کتابیات:

کریستن سن، آرتور، *ایران درزمان ساسانیان*، ترجمہ رشید یاسمی، تھران: دنیای کتاب، 1368ش۔

[10] *اویستای ایرانی پیش از اسلام*، 85-87

سایکس، سرپرسی؛ *تاریخ ایران*، ترجمه سید محمد تقی فخر داعی گیلانی؛ تهران: علمی، 1368 ش۔
تقی زاده، حسن؛ *مانی و دین او*، تهران: انجمن ایران شناسی، 1335 ش۔
فردوسی، ابوالقاسم حسن؛ *شاهنامه*؛ تصحیح محمد رمضانی؛ تهران: کلاله خاور، 1354 ش۔
مهری، ڈاکٹر باقری؛ *دین های ایرانی پیش از اسلام*؛ تبریز: دانشگاه تبریز، 1376 ش۔
عبدالحی، علی اصغر؛ *تاریخ افغانستان*؛ تهران: دنیای کتاب، 1390 ش۔
کلیما، اوتاکر؛ *تاریخ جنبش مزدکیان*؛ ترجمه ڈکٹر جهانگیر فکری ارشاد؛ تهران: انتشارات طوس، 1386 ش۔